ربیع الاول ۱۴۰۱ھ میں پاکستان ٹیلیویژن پر پیش کیا جانے والا سلسلۂ تقاریر

رسول کامل ﷺ

مقرر : ڈاکٹر اسرار احمد

(۶)

مکّی دَور' ابتلاء کی انتہاء اور ہجرتِ مدینہ

نحمدہٗ ونُصَلّی علٰی رسولہِ الکریم

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

﴿ وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِیْرًا○ ﴾ (بنی اسراءیل : ۸۰)

"اور (اے نبیؐ) دعا کرو کہ اے میرے پروردگار! مجھ کو جہاں بھی تو لے جا سچّائی کے ساتھ لے جا اور جہاں سے بھی نکال سچّائی کے ساتھ نکال' اور اپنی طرف سے مجھے غلبہ عطا فرما اور اس کو میرا مددگار بنا دے۔"

گزشتہ نشست میں ہم نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے مکّی دَور کے تذکرے کے ضمن میں عام الحُزن تک پہنچ گئے تھے' یعنی نبوّت کا دسواں سال جس میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا بھی انتقال ہو گیا اور ابو طالب کی بھی وفات ہو گئی۔ نتیجتاً سردارانِ قریش کے حوصلے بہت بڑھ گئے اور دارالنّدوہ میں نبی اکرم ﷺ کے قتل کے مشورے شروع ہو گئے۔ چنانچہ آنحضور ﷺ نے فطری طور پر اِدھر اُدھر دیکھا کہ مکّے کے سوا کوئی اور جگہ کون سی ہو سکتی ہے جسے آپؐ اپنی دعوت کے لئے مرکز اور Base کی حیثیت سے استعمال کر سکیں۔ مکّے سے قریب ترین طائف ہے۔ چنانچہ ایک امید لے کر نبی اکرم ﷺ نے طائف کا سفر اختیار کیا۔ یہ سفر انتہائی کسمپرسی کے عالم میں ہوا ہے۔ اس میں حضور ﷺ کے ساتھ وہ بھی موجود نہیں جو پوری زندگی سائے کی طرح ساتھ رہے' یعنی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ آپؐ کی رفاقت میں صرف آپؐ کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ

ﷺ ہیں۔ پھر عام راستہ چھوڑ کر انتہائی دشوار گزار راستہ اختیار کیا گیا' اس لئے کہ اندیشہ تھا کہ کہیں مڈھ بھیڑ نہ ہو۔

آپؐ طائف پہنچے۔ وہاں کے تین سرداروں سے ملاقات کی' اس خیال سے کہ اللہ تعالیٰ اگر اُن میں سے کسی کو ایمان لانے کی توفیق عطا فرمادے تو کیا عجب کہ طائف کا یہ شہر اِس انقلابی دعوت کا مرکز اور Base بن جائے۔ لیکن جو صورتِ حال سامنے آتی ہے وہ واقعہ یہ ہے کہ بیان کرتے ہوئے بھی دل شق ہوتا ہے اور سننے کے لئے بھی بڑے جگر کی ضرورت ہے۔ تینوں نے اس قدر تمسخر آمیز اور تحقیر آمیز انداز اختیار کیا کہ پچھلے پورے دس سال کے دوران محمدؐ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایسا معاملہ کبھی پیش نہیں آیا تھا۔ نقلِ کفر کفر نہ باشد۔ کسی کہنے والے نے یہ کہا کہ اگر اللہ نے تمہیں رسول بنا کر بھیجا ہے تو وہ گویا خود کعبے کے پردے چاک کر رہا ہے۔ کسی نے کہا کہ میں تم سے بات بھی کرنے کے لئے تیار نہیں' اس لئے کہ اگر تم سچے ہو اور واقعتاً رسول ہو تو ہو سکتا ہے کہ میں کہیں توہین کا مرتکب ہو جاؤں اور میں عذابِ خداوندی کا نوالہ بن جاؤں' اور اگر تم جھوٹے ہو تو جھوٹے اس قابل نہیں ہوتے کہ انہیں مُنہ لگایا جائے۔ کسی نے بڑے ہی تمسخر اور تحقیر کے ساتھ کہا کہ کیا اللہ کو تمہارے سوا کوئی اور شخص نبوّت و رسالت کے لئے نہیں ملتا تھا۔ اور صرف اسی پر اکتفا نہیں' جب حضور ﷺ بظاہر احوال مایوس ہو کر لوٹنے لگے تو انہوں نے کچھ غنڈوں کو اشارہ کر دیا۔ چنانچہ اوباش لوگ حضور ﷺ کے گرد ہو گئے۔ پھر وہ نقشہ جما ہے اس کرۂ ارضی پر کہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں' محبوبِ ربّ العالمین' سید الاولین والآخرین اور آپؐ کے گرد کچھ اوباش لوگ ہیں' جو پتھراؤ کر رہے ہیں۔ تاک تاک کر ٹخنے کی ہڈیوں کو نشانہ بنایا جا رہا ہے' تالیاں پیٹی جا رہی ہیں' حضور ﷺ کا جسمِ مبارک لہولہان ہو گیا ہے' نعلین مبارک خون سے بھر گئی ہیں۔ ایک موقع پر حضور ﷺ ضعف کی وجہ سے ذرا بیٹھ گئے تو دو غنڈے آگے بڑھتے ہیں' ایک ایک بغل میں ہاتھ ڈالتا ہے' دوسرا دوسری میں اور اٹھا کر کھڑا کر دیتے ہیں کہ چلو۔ محمدؐ رسول اللہ ﷺ پر ذاتی اعتبار سے ابتلاء اور امتحان کا نقطۂ عروج (Climax) ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ جب واپس آئے تو وہ دعا آپ ﷺ کی زبانِ مبارک سے نکلی ہے جس کو پڑھتے ہوئے کلیجہ شق ہوتا

ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِلَیْکَ اَشْکُوْ ضُعْفَ قُوَّتِیْ وَقِلَّۃَ حِیْلَتِیْ وَھَوَانِیْ عَلَی النَّاسِ

"اے اللہ کہاں جاؤں' کہاں فریاد کروں۔ تیری ہی جناب میں فریاد لے کر آیا ہوں' تجھی سے شکوہ کرتا ہوں' اپنی قوت کی کمی کا' اپنے ذرائع و وسائل کی کمی کا اور لوگوں میں جو یہ رسوائی ہو رہی ہے اس کا۔"

اِلٰی مَنْ تَکِلُنِیْ؟ اِلٰی بَعِیْدٍ یَتَجَھَّمُنِیْ اَوْ اِلٰی عَدُوٍّ مَلَّکْتَ اَمْرِیْ؟

"اے اللہ! تو مجھے کس کے حوالے کر رہا ہے؟ کیا تو نے میرا معاملہ دشمنوں کے حوالے کر دیا ہے کہ وہ جو چاہیں میرے ساتھ کر گزریں؟"

لیکن اس کے ساتھ ہی بارگاہِ خداوندی میں وہ عبدِ کامل عرض کرتا ہے :

اِنْ لَمْ یَکُنْ عَلَیَّ غَضَبُکَ فَلاَ اُبَالِیْ

"پروردگار! اگر تیری رضا یہی ہے' اگر تُو مجھ سے ناراض نہیں ہے تو پھر مجھے کوئی پروا نہیں۔"

ع سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے

اَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْھِکَ الَّذِیْ اَشْرَقَتْ لَہُ الظُّلُمٰتُ

"پروردگار! مَیں تو تیرے ہی روئے انور کی ضیاء کی پناہ میں آتا ہوں۔"

یہ ہے وہ دعا جس کے بارے میں اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہو گا کہ : ع اجابت از درِ حق بہرِ استقبال می آید!

چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ فوراً ملک الجبال حاضر ہوتا ہے' وہ فرشتہ کہ جو پہاڑوں پر مامور ہے' اور عرض کرتا ہے کہ حضور ﷺ! اللہ نے مجھے آپؐ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ آپؐ حکم دیں تو میں ان پہاڑوں کو ٹکرا دوں جن کے مابین وادی میں یہ طائف کا شہر واقع ہے' تاکہ اس کے رہنے والے پس کر سرمہ بن جائیں۔ اس پر رحمۃٌ لِلعالمین ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ "میں لوگوں کے عذاب کے لئے نہیں بھیجا گیا۔ اگرچہ یہ لوگ مجھ پر ایمان نہیں لا رہے' لیکن کیا عجب کہ ان کی آئندہ نسلوں کو اللہ تعالیٰ ایمان کی توفیق عطا فرمائے"۔ اور ہمارے لئے یہ بات بڑی قابلِ توجہ ہے کہ سرزمینِ پاک و ہند پر اسلام

کی ہدایت کا سورج جو پہلی مرتبہ طلوع ہوا تو اس کے لانے والے محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ تھے جو ثقفی تھے' بنو ثقیف کے قبیلے سے تعلق رکھتے تھے' جو طائف ہی کا ایک قبیلہ تھا۔

بہرحال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں یومِ طائف ایک Turning Point ہے' ایک اعتبار سے شدید ترین دن ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کیا آپؐ پر یومِ اُحد سے زیادہ سخت دن بھی کوئی گزرا ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا : ہاں' طائف کا دن مجھ پر اس سے کہیں زیادہ سخت تھا ـــــ لیکن جیسے کہ مولانا مناظر احسن گیلانی ؒ نے بہت ہی عمدہ نکتہ ارشاد فرمایا ہے کہ یہ دن Turning Point ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں۔ آج کے دن تک گویا کہ اللہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں کے حوالے کیا ہوا تھا کہ جس طرح چاہو آپؐ کے صبر کا امتحان لے لو' جس طرح چاہو آپؐ کی استقامت کو جانچ لو' ہمارے اس نبیؐ کی سیرت و کردار کا لوہا خوب ٹھونک بجا کر دیکھ لو کہ اس میں کہیں کھوٹ تو نہیں' تمہیں پوری چھوٹ ہے۔

لیکن اس دن کے بعد اب نصرتِ خداوندی کا ظہور شروع ہوتا ہے۔ فوری طور پر تو ملک الجبال کی حاضری ہے' لیکن اصل ظہور ہوتا ہے مکہ واپسی کے بعد۔ اب ٹھنڈی ہوائیں آنے لگیں۔ ایک راستہ خود بخود رحمتِ خداوندی سے کھلتا ہے۔ ۱۰ نبوی ہی کے ماہ رجب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات چھ افراد سے ہوتی ہے جو مدینے سے آئے ہوئے تھے اور یہ چھ اشخاص حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آتے ہیں۔ منیٰ کی وادیوں میں سے ایک وادی ہے جہاں یہ ملاقات ہوئی۔ اگلے سال ۱۱ نبوی میں پھر یہ لوگ آتے ہیں اور بارہ افراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ یہ بیعتِ عقبۂ اولیٰ کہلاتی ہے۔ اور پھر وہ درخواست کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے ساتھ کوئی ایسا شخص بھیجئے جو ہمیں قرآن کی تعلیم دے۔ اس لئے کہ آپؐ کی دعوت اور آپؐ کی تربیت و تزکیہ کا مرکز و محور قرآن حکیم ہی تھا۔ چنانچہ ؎ قرعۂ فال بنامِ منِ دیوانہ زدند! قرعہ فال نکلا حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے نام۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں مدینہ منورہ بھیجتے ہیں۔ وہ حضرت سعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے گھر پر جا کر قیام کرتے ہیں اور مدینہ منورہ میں شب و روز دعوتِ قرآنی کو پھیلا رہے ہیں۔

حضرت مصعب بن عمیر اپنی ایک سال کی محنت کا حاصل ۱۲ نبوی میں ۷۵ افراد کو لا

کر محمدؐ رسول اللہ ﷺ کی جھولی میں ڈال دیتے ہیں' جن میں ۷۲ مرد ہیں اور تین عورتیں۔ بیعتِ عقبہ ثانیہ ہوتی ہے' جو تمہید ہے ہجرت کی۔ اس موقع پر کچھ تقاریر بھی ہوئی ہیں۔ حضور ﷺ کے چچا حضرت عباس جو اُس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے' انہوں نے انصارِ مدینہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ لوگو! اس بات کو جان لو کہ محمد (ﷺ) ہمیں بہت عزیز ہیں' ہمارے لئے انتہائی محترم ہیں' ہماری آنکھوں کا تارا ہیں' اب تک ہم نے ان کی پوری حفاظت کی ہے (چونکہ بنی ہاشم نے نبی اکرم ﷺ کی حمایت جاری رکھی تھی) اب اگر تم انہیں اپنے ہاں لے کر جانا چاہتے ہو تو جان لو کہ تمہیں ان کی حفاظت اپنے اہل و عیال سے بڑھ کر کرنی ہوگی' اور اگر اس کی ہمت نہیں پاتے تو ابھی جواب دے دو۔ لیکن انصارِ مدینہ یہ وعدہ کرتے ہیں کہ ہم اپنا تن من دَھن نچھاور کرنے کے لئے آمادہ ہیں۔ اگر حضور ﷺ ہمارے ساتھ مدینے تشریف لے جائیں تو ہم ان کی اسی طرح حفاظت کریں گے جیسے کہ اپنے اہل و عیال کی کیا کرتے ہیں۔ اُس وقت وہی حضرت سعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوتے ہیں اور وہ بھی انصارِ مدینہ کو متنبہ کرتے ہیں کہ لوگو! اچھی طرح سمجھ لو کہ ایک بہت بڑی ذمہ داری قبول کر رہے ہو۔ محمد (ﷺ) کو دعوت دینا اور ساتھ لے کر جانا سرخ و سیاہ آندھیوں کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ معلوم ہوا کہ جو کچھ ہوا وہ اندھیرے میں نہیں ہوا' پوری طرح سمجھ کر ہوا' پوری حقیقت کو جاننے کے ساتھ ہوا' جو ذمہ داری انصارِ مدینہ نے سنبھالی اور اٹھائی اُس کو پورے طور پر سمجھ کر' اس کے نتائج و عواقب پر نگاہ رکھ کر اُٹھائی۔ بہرحال ۱۲ نبوی میں جو بیعتِ عقبہ ثانیہ ہوئی یہ ہجرت کی تمہید بن گئی۔

نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو عام اجازت دے دی کہ مدینے کی طرف ہجرت کر جائیں۔ چنانچہ بہت سے لوگ ہجرت کر گئے۔ لیکن یہ قاعدہ ہے کہ رسول اپنی جگہ سے نہیں ہل سکتا' وہ اپنے مستقر کو نہیں چھوڑ سکتا جب تک کہ اللہ کی طرف سے واضح اجازت نہ آجائے ـــــ بالآخر وہ وقت آیا کہ اجازت آگئی اور نبی اکرم ﷺ اپنے اس انتہائی گہرے دوست حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو یارِ غار اور رفیقِ راہ ہیں' کی معیت میں مکے سے ہجرت فرما کر مدینے کی طرف روانہ ہو رہے ہیں۔ زبان مبارک پر وہ دعا ہے جو سورۃ

بنی اسرائیل میں گویا کہ اسی ہجرت کی تمہید کے طور پر آپ کو تلقین فرمادی گئی تھی :

﴿ رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِیْرًا ﴾ (بنی اسراءیل : ۸۰)

"پروردگار! مجھے جہاں داخل فرمارہا ہے وہ صدق وصداقت اور راستی کا داخلہ ہو' اور جہاں سے تو مجھے نکال رہا ہے وہاں سے میرا یہ نکلنا بھی راست بازی اور صدق پر مبنی ہو۔ اور اے رب! مجھے اپنے خاص خزانۂ فضل سے وہ غلبہ اور قوّت و اقتدار عطا فرما جو اِس مشن میں میرا ممدّ و معاون ہو جو تُو نے میرے حوالے کیا ہے۔"

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تین روز تک غارِ ثور میں چھپے رہے ہیں۔ اس وقت وہ مرحلہ بھی آیا ہے کہ کھوجی بالکل اس کے دہانے تک پہنچ گئے ہیں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے لئے نہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اندیشہ ناک ہو کر گھبرائے ہوئے یہ عرض کرتے ہیں کہ حضور! اگر ان میں سے کسی نے غیرارادی طور پر بھی اپنے قدموں کی طرف نگاہ ڈال لی تو ہم دیکھ لئے جائیں گے' ہم پکڑے جائیں گے' لیکن وہ کوہِ صبرو ثبات و استقامت (صلی اللہ علیہ وسلم) جس کو اللہ کی ذات پر یقینِ کامل حاصل تھا' معیّتِ خداوندی جس کی قوّت کا اصل راز تھی' وہ فرماتا ہے :

﴿ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ﴾

"گھبراؤ نہیں (کسی رنج و غم کا کوئی موقع نہیں ہے) اللہ ہمارے ساتھ ہے۔"

وہ ہمارا رفیق اور ہمارا مددگار ہے۔

بہرحال یہ بات سمجھ لینے کی ہے کہ ہجرتِ مدینہ کے نتیجے میں محمدٌ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انقلابی جِدّوجُہد ایک بالکل نئے دور میں داخل ہو گئی۔ اگر جدید انقلابی اصطلاحات کو استعمال کیا جائے تو Passive Resistance کا دَور ختم ہوا' اب ایک Active Resistance کا دَور شروع ہو رہا ہے۔ اب تک حکم تھا کہ ہاتھ بندھے رکھو' ماریں کھاؤ' لیکن جھیلو' صبر کرو اور برداشت کرو' reteliate کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ ان کو حکم دیا گیا تھا : ﴿ كُفُّوْا اَيْدِيَكُمْ ﴾ اپنے ہاتھ بندھے رکھو۔ تمہیں دھکتے

ہوئے انگاروں پر لٹادیا جائے تو پھر بھی تمہیں اجازت نہیں کہ مدافعت میں بھی اپنا ہاتھ اٹھا سکو' تمہیں ہلاک کر دیا جائے' شہید کر دیا جائے' تمہیں اجازت نہیں کہ اپنی مدافعت میں ہاتھ اٹھاسکو۔ لیکن اب وہ ہاتھ کھول دیئے گئے۔

سورۃ الحج کی یہ آیت مبارکہ اس مرحلہ پر نمایاں ہو کر سامنے آتی ہے :

﴿ اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ ﴾

"اجازت دے دی گئی ان کو (جن پر جنگ ٹھونس دی گئی ہے)' جن پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے ہیں (ان کے لئے آج سے اجازت ہے کہ وہ بھی اب جواب دیں' اینٹ کا جواب پتھر سے دیں۔ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی نصرت و تائید کا وعدہ ہے) اور یقیناً اللہ اُن کی مدد پر قادر ہے۔"

﴿ اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ ﴾

"وہ لوگ اپنے گھروں سے ناجائز نکالے گئے' صرف اس وجہ سے کہ وہ کہتے تھے ہمارا رب اللہ ہے"۔

ان کا جرم اس کے سوا کچھ نہیں کہ انہوں نے خدائے واحد پر ایمان لانے کا اعلان کیا۔ آج ان کو اجازت دی جارہی ہے کہ وہ بھی نہ صرف مدافعت میں ہاتھ اٹھائیں بلکہ کفر کے استیصال کے لئے اقدام کریں ــــ بَارَكَ اللّٰهُ لِیْ وَلَكُمْ فِی الْقُرْاٰنِ الْعَظِیْمِ

فَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ ○ ○

اسلامی انقلاب کے مراحل' مدارج اور لوازم پر مشتمل

ڈاکٹر اسرار احمد' امیر تنظیم اسلامی

کے دس خطبات کا مجموعہ

منہج انقلاب نبویؐ

سیرت النبیؐ کی روشنی میں اسلامی انقلاب کی جدوجہد کے رہنما خطوط

شائع کردہ : مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن